© rasailojaraid.com

کتاب و حکمت

پروفیسر چوہدری عبدالحفیظ
پروفیسر حافظ محمد اسرائیل فاروقی

نواب صدیق حسن خاں

ترجمان القرآن

آیت نمبر ۱۱۸:

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةٌ
كَذَٰلِكَ قَالَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ
قُلُوبُهُمْ قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ

"اور جو لوگ کچھ نہیں جانتے (مشرکین) وہ کہتے ہیں کہ اللہ ہم سے گفتگو کیوں نہیں کرتا یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی۔ اس طرح ان سے پہلے لوگ بھی انہی کی سی باتیں کیا کرتے تھے، ان لوگوں کے دل آپس میں ملتے جلتے ہیں، جو لوگ صاحبِ یقین ہیں ان کے لئے ہم نے نشانیاں بیان کردی ہیں"۔

تشریح:

یہاں پہلے لوگوں سے مراد یہودی ہیں، وہ لوگ بھی اپنے نبی علیہ السلام سے یہی کہتے تھے جو مشرکینِ مکہ کہہ رہے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رافع بن حرملہ نے رسول اکرم ﷺ سے کہا: اے محمد ﷺ! اگر آپ اللہ کے رسول ہیں جیسا کہ آپ کہتے ہیں تو آپ ﷺ اللہ سے کہیں کہ وہ ہم سے باتیں کرے، ہم اس کی گفتگو کو سُنیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مجاہدؒ نے کہا کہ یہ قول نصاریٰ کا تھا۔ اسے ابنِ جریر نے بھی اختیار کیا ہے، اس لیے کہ آیت کا سیاق انہیں کے حق میں ہے، لیکن ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ اس میں کلام ہے۔ قرطبیؒ نے فرمایا معنی یہ ہے۔ اے محمد ﷺ اللہ تمہاری نبوت کے بارے میں ہم سے مخاطب کیوں نہیں ہوتا؟ سو ظاہر سیاق یہی ہے۔

ابو العالیہؒ، ربیع، انس، قتادہ، مشہدی نے کہا یہ کفار عرب کا قول تھا۔ اور "ان سے پہلے" سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں، جس کی دلیل یہ ہے

© rasailojaraid.com

﴿ وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللهِ ﴾

"اور جب ان کے پاس کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ جس طرح کی رسالت اللہ کے پیغمبر کو ملی ہے جب تک اسی طرح کی رسالت ہمیں نہ ملے ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے"۔

﴿ وَقَالُوا لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنْبُوعًا ﴾ ..... (بنی اسرائیل : ۹۰)

﴿ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا ﴾ .... (بنی اسرائیل : ۹۳)

"اور کہتے ہیں: ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک آپ ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری نہ کردیں"۔

"آپ کہہ دیجئے میرا پروردگار پاک ہے، میں تو صرف پیغام پہنچانے والا انسان ہوں"۔

تیسرے مقام پر یوں ہے :

﴿ وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلَائِكَةُ أَوْ نَرَىٰ رَبَّنَا ﴾ .. (الفرقان : ۲۱)

"اور جو لوگ ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ ہم پر فرشتے کیوں نہ نازل کئے گئے یا ہم آنکھ سے اپنے پروردگار کو دیکھ لیں"۔

چوتھے مقام پر اس طرح ہے :

﴿ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِنْهُمْ أَنْ يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُنَشَّرَةً ﴾ .... (المدثر : ۵۲)

"اصل یہ ہے کہ ان میں سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس کھلی ہوئی کتاب آئے"۔

اس طرح کی اور بھی بہت سی آیات ہیں، جو مشرکین عرب کے کفر اور ان کے عناد و سوال پر دلالت کرتی ہیں۔ ان کا یہود و نصاریٰ کے مثل کتنا کفر و عناد کی وجہ سے تھا، جیسے اللہ نے فرمایا :

﴿ يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِنَ السَّمَاءِ فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَىٰ أَكْبَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَقَالُوا أَرِنَا اللهَ جَهْرَةً ﴾ ... (النساء : ۱۵۳)

"(اے نبی اکرم ﷺ) اہل کتاب آپ ﷺ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ان پر ایک لکھی کتاب آسمان سے نازل کردیں۔ یہ لوگ تو موسیٰ سے اس سے بڑی بڑی درخواستیں کرچکے ہیں اور ان سے کہتے تھے کہ ہمیں اللہ کو ظاہر کرکے (یعنی

© rasailojaraid.com

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

آنکھوں سے) دکھادو"۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً ﴾ ... (البقرہ :۵۵)

"اور وہ وقت یاد کرو جب تم نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ اے موسیٰ! جب تک ہم اللہ کو سامنے نہیں دیکھ لیں گے اس وقت تک آپ پر ایمان نہیں لائیں گے"۔

اللہ کے اس قول ﴿ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ مشرکین عرب کے دل کفر و عناد اور فساد میں یہود و نصاریٰ کی مانند ہو گئے ہیں، جیسے اللہ نے فرمایا:

﴿ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ، اَتَوَاصَوْا بِهٖ ﴾ .... الایۃ (الذاریات : ۵۲)

"اس طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو پیغمبر آتا وہ اس کو جادوگر یا دیوانہ کہتے۔ کیا یہ لوگ ایک دوسرے کو اس بات کی وصیت کرتے آتے ہیں؟"

اس کے بعد فرمایا: ہم نے رسول اکرم ﷺ کے حق اور سچ ہونے پر دلائل کھول کر بیان کر دیئے ہیں، اب کسی اور سوال کی حاجت نہیں، جو شخص نبی اکرم ﷺ پر یقین لایا اس نے انہیں سچا جانا، ان کی پیروی کی، اللہ کی باتوں کو سمجھتا ہے اور جن کے دل اور کانوں پر اللہ نے مہریں لگا دیں، آنکھوں پر پردے ڈال دیئے، سو ان کے حق میں فرمادیا:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴾ ... (یونس :۹۶۔۹۷)

"جن لوگوں کے بارے میں اللہ کا حکم (عذاب) قرار پا چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے، جب تک کہ عذاب الیم نہ دیکھ لیں، خواہ اُن کے پاس ہر طرح کی نشانی آجائے"۔

آیت نمبر ۱۱۹:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْـَٔلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ

"اے نبی ﷺ : ہم نے آپ کو سچائی کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اہل دوزخ کے بارے میں آپ ﷺ سے پرسش نہیں ہو گی"۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تشریح :

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً آیا ہے، خوشخبری دینے والا سے مراد جنت کی خوشخبری اور ڈرانے سے مراد دوزخ کے عذاب سے ڈرانے والا (ابن ابی حاتم) آپ ﷺ سے عدمِ سوال کا مطلب یہ ہے کہ کافر کے کفر کی آپ ﷺ سے بازپرس نہیں ہوگی۔ جیسے فرمایا :

﴿ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ الْبَلٰغُ وَعَلَیْنَا الْحِسَابُ ﴾ ... (الرعد : ۴۰)

"تو پس آپ کا کام تو صرف ہمارے احکام کا پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے"۔

دوسری جگہ فرمایا :

﴿ فَذَکِّرْ اِنَّمَا اَنْتَ مُذَکِّرٌ لَسْتَ عَلَیْھِمْ بِمُصَیْطِرٍ ﴾ ... (الغاشیہ : ۲۱-۲۲)

"تو آپ ﷺ نصیحت کرتے رہیں، آپ ﷺ کا کام نصیحت کرنا ہی ہے اور آپ ﷺ ان پر داروغہ نہیں ہیں"۔

تیسری جگہ فرمایا :

﴿ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ وَمَا اَنْتَ عَلَیْھِمْ بِجَبَّارٍ، فَذَکِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ یَّخَافُ وَعِیْدِ ﴾ .. (ق : ۴۵)

"یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے اور آپ ﷺ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہیں، پس جو ہمارے عذاب کی وعید سے ڈرے تو اس کو قرآن سے نصیحت کرتے رہیے"۔

اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں، "ولا تُسئَل" کے معنی میں جب "تُسئل" کی "ت" کو "پیش" (مضموم) پڑھا جائے تو مذکورہ بالا مفہوم ہوگا اور اگر زبر کے ساتھ (مفتوح) پڑھا جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ ان کا حال کچھ نہ پوچھیں، جس طرح کہ عبدالرزاق نے محمد قرظی سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ :

نبی اکرم ﷺ کے والدین

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: "کاش میں جانتا کہ میرے ماں باپ کا انجام کیسا ہوا؟"

اس پر یہ آیت نازل ہوئی پھر آپ ﷺ نے کبھی زندگی بھر کبھی ان کا ذکر نہ کیا۔

قرظی نے کہا یہ ویسی ہی بات ہے جیسے کہتے ہیں کہ "فلاں شخص کا حال کیا پوچھتا ہے، مت

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

پوچھ "..... یعنی وہ تیرے گمان سے بھی آگے بڑھ گیا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ ہم نے تذکرے میں یہ بات ذکر کی ہے کہ اللہ نے آپ ﷺ کے ماں باپ کو زندہ کر دیا تھا، وہ ایمان لے آئے اور اس حدیث کا کہ "میرا باپ، تیرا باپ جہنم میں ہیں" جواب دیا ہے۔ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ جو حدیث رسول اکرم ﷺ کے ماں باپ کی حیات کے بارے میں مروی ہے وہ صحاحِ ستہ اور کسی دوسری کتاب میں نہیں ہے۔ سو ابن کثیرؒ کی یہ بات صحیح ہے کہ یہ حدیث اور دوسری حدیثیں جو اس بارے میں آتی ہیں، جن سے سیوطیؒ وغیرہ نے استدلال کیا ہے، سب بے اصل، منکر، شاذ، یا موضوع ہیں، اس میں کچھ شک و شبہ نہیں کہ آپ ﷺ کے ماں باپ کے عدم ایمان سے آپ ﷺ کے پاک دامن ہونے پر، یا آپ ﷺ کی رسالت پر کوئی نقص نہیں آتا۔ پھر اس قدر شور و غوغا، لوگ رسول اکرم ﷺ کے ماں باپ کے ایمان لانے پر کیوں کرتے ہیں؟ ابن جریر نے جو قول' قرطبی کا اس بنیاد پر رد کیا تھا کہ رسول اکرم کا اپنے ماں باپ کے بارے میں شک کرنا محال ہے۔ اس لیے "ولا تُسئَل" پہلی قراءت ہی ٹھیک ہے، سو اس کا رد ابن کثیرؒ نے کیا ہے اور کہا "عین ممکن ہے کہ یہ بات اس وقت ہوئی ہو جب آپ ﷺ نے اپنے والدین کے لیے بخشش کی دعا مانگنا چاہی ہو، اس لیے کہ اس وقت آپ ﷺ کو ان کا حال معلوم نہ تھا۔ اور جب حال معلوم ہوا تو ان دونوں سے براءت کا اظہار کیا اور یہ خبر دی کہ وہ "اہلِ نار" سے ہیں۔

صحیح بخاری میں بھی اس جیسی دوسری بہت سی احادیث ہیں۔

ابن جریر کا کہنا کچھ صحیح نہیں، ابن کثیرؒ کی مذکورہ بالا تحریر سے معلوم ہوا کہ ابن کثیرؒ نے اسی کو اختیار کیا ہے کہ رسول اکرم کے والدین کفر پر دنیا سے گئے اور اپنی زندگی میں یا موت کے بعد ایمان نہیں لائے۔ یہی عقیدہ تمام مسلمانوں کا ہے اور مسلم شریف کی حدیث کے مطابق ہے۔ اس عقیدے کا مخالف صحیح حدیث کا مخالف ہے لیکن ہمارے نزدیک تو یہ بات ہی سب سے بہتر ہے کہ ایسے مسائل میں سرے سے گفتگو دینِ برحق کے خلاف ہے اس لیے کہ قرآن نے یہ کہہ دیا ہے:

﴿ تلك امة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم ولا تسئلون عما كانو يعملون ﴾ .. (البقرہ: ۱۴۱)

"یہ جماعت گذر چکی، ان کو وہ ملے گا جو انہوں نے کیا اور تمہیں وہ جو تم نے کمایا اور جو عمل وہ کرتے تھے ان کی پُرسش آپ سے نہیں ہوگی"۔

سو ہمیں اسی قاعدے پر جمے رہنا چاہیے، لایعنی باتوں سے بچنا اسلام کی خوبی ہے، بے جا غور و خوض کرنے میں وقت کا ضیاع اور ایمان کی تباہی ہے۔ عطاء بن یسار نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے یہ کہا کہ توراۃ میں رسول اکرم ﷺ کی صفت کیا ہے انہوں نے کہا، اللہ کی قسم رسول اکرم کی توراۃ میں وہی صفت بیان ہے، جس طرح قرآن میں ہے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

یایها النبی انا ارسلنک شاهدا و مبشرا و نذیرا وحرزا للامیین وانت عبدی و رسولی سمیتک المتوکل لا فظ ولا غلیظ و لا سخاب فی الاسواق ولا یدفع بالسیئة السیئة وکان یعفو و یغفر ولن یقبضه حتی یقیم به الملة العوجاء بان یقولوا لا اله الا الله فیفتح به اعینا عمیا واذانا صما و قلبا غلفا...... (مسند احمد، صحیح بخاری)

"اے نبی اکرم ﷺ ہم نے آپ کو گواہ بنا کر خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا، اُمی لوگوں کا محافظ بنا کر بھیجا، آپ میرے بندے اور رسول ہیں، میں نے آپ ﷺ کا نام متوکل رکھا ہے، نہ آپ ﷺ ترش رو ہیں، نہ سنگ دل، نہ بازاروں میں پھرنے والے، نہ برائی کا بدلا برائی سے دینے والے بلکہ آپ معاف کرنے والے، درگذر کرنے والے ہیں، اللہ آپ ﷺ کو اس وقت تک وفات نہ دے گا جب تک آپ ﷺ بھٹکی ہوئی ملت کو راہِ راست پر نہ لے آئیں کہ وہ کلمۂ طیبہ کا اقرار کریں، یہ کلمہ وہ ہے جس سے آپ ﷺ ان کی اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور بند دلوں کو کھول دیں گے"۔

اس حدیث کو ابن مردویہ نے بھی روایت کیا ہے۔ لیکن یہ الفاظ زائد ہیں کہ عطاء نے کہا: پھر میں کعب بن احبار سے ملا ان سے بھی یہی سوال کیا تو کسی بھی حرف میں اختلاف نہ پایا مگر کعبؓ نے اپنی زبان میں یوں کہا: اعینا عمومیا واذانا صمومیا و قلوبا غلوفا

آیت نمبر ۱۲۰:

وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ ٱلْيَهُودُ وَلَا ٱلنَّصَٰرَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى ٱللَّهِ هُوَ ٱلْهُدَىٰ ۗ وَلَئِنِ ٱتَّبَعْتَ أَهْوَآءَهُم بَعْدَ ٱلَّذِى جَآءَكَ مِنَ ٱلْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ ٱللَّهِ مِن وَلِىٍّ وَلَا نَصِيرٍ

"اور آپ ﷺ سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی، یہاں تک کہ آپ ﷺ ان کے مذہب کی پیروی کرنے لگیں، آپ ﷺ ان سے (یہود و نصاریٰ) کہہ دیجئے اللہ کی ہدایت (دین اسلام) ہی اصل ہدایت ہے اور اے پیغمبر ﷺ! اگر آپؐ اپنے پاس علم (وحیِ الٰہی) کے آجانے کے بعد ان کی خواہشات کی اتباع کریں گے، تو آپ کو بھی اللہ کے (عذاب) سے بچانے والا نہ کوئی دوست ہوگا نہ کوئی مدد گار"۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

تشریح:

ابن جریرؒ نے کہا: اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اے محمد ﷺ! یہ دونوں فریق آپ ﷺ سے کبھی راضی اور خوش نہ ہوں گے، سو آپ ﷺ ان کی رضامندی اور موافقت کو چھوڑ کر اس حق کی طرف دعوت دیجئے جو اللہ نے آپ ﷺ کی طرف بھیجا ہے۔ اللہ کی رضامندی طلب کیجئے، جو راہ اللہ نے آپ ﷺ کو دکھادی ہے، وہی صراط مستقیم صحیح دین اور کامل و شامل ہے۔ قتادۃ نے کہا یہ ایک ایسی مخالفت ہے جو اللہ نے اپنے رسول ﷺ اور آپؐ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھائی ہے کہ اصل ضلالت سے یوں نپٹا کرو۔ پھر کہا مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر لڑتا رہے گا اور غالب آئے گا۔ جو اس کی مخالفت کرے گا وہ اس گروہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے"۔

ابن کثیرؒ نے فرمایا: یہ حدیث بخاری شریف میں ہے۔

اللہ کے اس ارشاد میں کہ "اگر آپ ﷺ نے اہل کتاب کا اتباع کیا تو پھر آپؐ کا کوئی حامی و ناصر نہیں ہوگا"۔ امت مسلمہ کے لیے بہت بڑی وعید ہے کہ کہیں وہ یہود و نصاریٰ کے قدموں پر نہ چلنے لگیں جبکہ انہیں قرآن و سنت کا علم ہو چکا ہے۔ یہ خطاب اگرچہ رسول اکرم ﷺ کو ہے مگر یہ حکم امت مسلمہ کو دیا گیا ہے۔ تفسیر "فتح البیان" میں ہے: اس آیت میں ایسی سخت وعید ہے کہ دل کانپتے ہیں، دل بیٹھے جاتے ہیں اور اہل علم اور دین الٰہی کے ماننے والوں پر اس آیت نے یہ بات لازم کردی ہے کہ اصل بدعت اور دوسرے مذاہب کی برائیوں سے بچیں اور جو لوگ کتاب و سنت کے تارک اور قرآن و حدیث کے مقابلے پر صرف رائے کو اختیار کرتے ہیں ان کے ساتھ کسی قسم کی نرمی نہ کریں کیونکہ یہ لوگ اگرچہ بظاہر دین کو مانتے ہیں، نرم اخلاق سے پیش آتے ہیں مگر انہیں بدعت و ضلالت کے اتباع کے سوا کوئی بات پسند نہیں۔ پس جو آدمی کتاب و سنت کا عالم ہو اور پھر اس بدعت و تقلید کو جاننے کے باوجود ان سے نرمی کرے تو سمجھ لو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ کوئی حامی ہے اور نہ کوئی ناصر۔

اکثر فقہائے نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ سارا کفر ایک ملت ہے کیونکہ لفظ ملت آیت میں مفرد آیا ہے جیسے اللہ کا فرمان ہے: ﴿لكم دينكم ولي دين﴾ ... اس بنیاد پر مسلمان و کافر ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوسکتے۔ بلکہ کافر ہی اپنے ساتھی کا وارث ہوتا ہے خواہ ہم مذہب ہو نہ ہو، کیونکہ سب ایک ہی ملت ہیں۔ امام شافعیؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام احمدؒ کا یہی مذہب ہے، دوسرا قول امام احمدؒ کا امام مالکؒ سے قول کے متفق ہے کہ دو اہل ملت متفرق ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوسکتے۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ